فکر و نظر............ اسلام آباد جلد: ۴۴ شمارہ: ۱

تاریخ گوئی سے متعلق کتابیں

(۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۱ء تک)

ڈاکٹر محمد انصار اللہ*

[اس مضمون میں برصغیر میں تصنیف ہونے والی فن تاریخ گوئی سے متعلق چند فارسی اور اردو کتب کا ایک مختصر کتابیاتی جائزہ برصغیر کے علمی مراکز کو بنیاد بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ مدیر]

دہلی

شہر دہلی جو کئی صدی سے ملک کا پایۂ تخت تھا ،سلطنت کی بساط اُلٹنے کے بعد لاہور کا ماتحت ہو گیا تھا اور صوبہ جات شمالی و مغربی کے صدر مقام کی حیثیت لاہور کو دے دی گئی تھی۔ ایسے میں دلی کے پریشان حالوں کے لیے اس شہر کی تہذیبی، علمی اور ادبی روایتوں کو زندہ اور باقی رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔

بہادر شاہ کے زمانے میں مومن، صہبائی، ذوق اور سوز پسرِ صہبائی وغیرہ متعدد باکمال تاریخ گو موجود تھے۔ شیخ ذوق کی وفات سے متعلق جو قطعاتِ تاریخ کہے گئے تھے ان کے بارے میں مرزا قادر بخش صابر نے لکھا ہے:

> ''مسموع ہوا کہ ایک خوش مذاق نے سعی اور تجسس کو کام فرما کر ان قطعات سے کچھ کچھ کو بہم پہنچایا۔ بعد شمار کے دریافت ہوا کہ تین سو سے زیادہ فراہم ہو گئے ہیں''۔(۱)

اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل دہلی کو اس فن سے کتنی دلچسپی تھی۔ افسوس ہے کہ بادشاہت کے خاتمہ کے بعد انگریزی اقتدار کے دور اوّل میں اس شہر میں تاریخ گوئی سے متعلق کسی ایک کتاب کے چھپنے کا حال بھی معلوم نہیں ہو گا۔

لاہور

لاہور ایک مدت سے کتابوں کی خرید و فروخت کا مرکز تھا۔ پھر جب چھاپے خانوں کا سلسلہ

☆ ۴/۱۱۷۲، سرسیّد روڈ، سرسیّد نگر، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲، بھارت

DMHL

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

شروع ہوا تو وہاں کتابوں کی طباعت کا کام بھی بہت تیزی سے چل پڑا۔ اس زمانے میں کتابوں کے آخر میں قطعاتِ تاریخ کے شامل کیے جانے کا بھی چلن تھا چنانچہ وہاں تاریخ گوئی سے متعلق بھی چند کتابیں شائع ہوئیں۔

ا۔ جدول التاریخ:

یہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے:

''در فن تاریخ گوئی،کلمات و اصطلاحات و تراکیب با اعداد آنہا برائے تسہیل تاریخ گوئی''(ا)

اس کے مولف کا نام منو لال اور تخلص'' راقم ''ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے حالات بالکل معلوم نہیں ہو سکے۔

کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے اس کا سال تالیف ۱۲۸۵ھ / ۱۸٦۸ء معلوم ہوتا ہے۔ مخطوطہ کی کتابت تین برس بعد یعنی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں ہوئی تھی۔ مخطوطہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور کے ذخیرۂ شیرانی میں محفوظ ہے۔

۲۔ گنجینۂ سروری

اس کتاب کے مؤلف مفتی غلام سرور لاہوری ہیں۔ انہوں نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

''بندہ احقر المحقر سراپا عیب خالی از ہنر غلام سرور خلف مفتی الشرع الامجد غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی اسدی الہاشمی اللاہوری''۔(۲)

مفتی صاحب اپنے نام کی مناسبت سے سرور تخلص کرتے تھے۔ان کو تاریخ گوئی کا نہایت شوق تھا چنانچہ اپنے نہایت ضخیم تذکرہ ''خزینۃ الاصفیا'' کا نہ صرف نام تاریخی رکھا ہے بلکہ یہ التزام بھی کیا ہے کہ:

''در خاتمۂ احوال ہر یک بزرگ در مادّۂ ولادت یا وفات ایشاں نوشتہ.....''(۳)

اس تذکرے کی تکمیل کے بعد انہوں نے اپنی کتاب ''گنجینۂ سروری معروف بہ اسم تاریخی گنج تاریخ'' ۱۲۸۴ھ / ۱۸٦۷ء میں مرتب کی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع نولکشور لکھنو سے ۱۲۹۴/۱۸۷۷ء میں چھپی تھی۔ پھر اسی مطبع سے ربیع الاوّل ۱۳۰۷ھ / نومبر ۱۸۸۹ء میں بھی چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کتاب گنجینہ سروری ''ہشت مخزن'' میں منقسم ہے اور مؤلف نے اس میں اپنے کہے ہوئے قطعات تاریخ جمع کیے ہیں۔

۳۔ چمن بینظیر

یہ بھی مفتی غلام سرور لاہوری کے قطعات تاریخ کا مجموعہ ہے۔ یہ چونسٹھ صفحوں کا رسالہ ہے(۴) اور اسی کے ساتھ ان کی کتاب گلشن مشاہیر بھی چھپی ہے۔ پہلی کتاب صفحہ ٦۴ پر تمام ہوئی ہے اور گلشن مشاہیر صفحہ ٦۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰۰ پر مکمل ہوئی ہے۔ اس کے ناشر نیاز علی خاں مالک مطبع افغانی امرتسر تھے۔

۴۔ تاریخی خزانہ

اس کے مؤلف حافظ فیروز الدین ککے زئی تھے۔ اس کے شروع میں فن تاریخ گوئی کی تاریخ ہے۔ پھر ۱۳۲٦ھ سے ۱۴۰۰ھ تک پیدا ہونے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے نام لکھے ہیں۔

یہ رسالہ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور سے ۱۳۲٦ھ / ۱۹۰۸ء میں چالیس صفحوں پر چھپ کر شائع ہوا تھا۔

مضافات دہلی ومیرٹھ

۱۔ اُمّ التواریخ

اس کتاب کے مؤلف مفتی محمد حسین علی فرحت اصلاً دہلی کے رہنے والے تھے لیکن خود ترک وطن کر کے میرٹھ میں اہل و عیال کے ساتھ سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ شاہ نصیر دہلوی کے ایک شاگرد مرزا نیاز علی بیگ نکہت تخلص سے انہوں نے کسب فیض کیا تھا۔ فرحت کو تاریخ گوئی میں بہت دلچسپی تھی چنانچہ اپنے بیٹے منشی محمد محبوب علی جودت کی بھی اسی طور پر تربیت کی تھی۔ حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی کے کلیات مخزن الفصاحت کے لیے باپ بیٹے (فرحت و جودت) دونوں نے تاریخ کہی تھی۔

فن تاریخ گوئی سے متعلق ام التواریخ فرحت کی پہلی کتاب ہے۔ اس کا نام تاریخی ہے جس سے سال تصنیف ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار اسی سال میں دہلی پنچ پریس لاہور سے ۴۸٦ صفحوں پر چھپ کر شایع ہوئی تھی۔ اس کو ''اعداد و الفاظ کی جامع ڈکشنری'' کہا گیا ہے اور اس میں ایک سے دو ہزار عدد تک کے الفاظ شامل ہیں۔

ام التواریخ اس علاقے میں مقبول ہوئی۔ دوسری بار ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں مطبع قاسمی میرٹھ میں چھپوائی گئی۔ اب یہ ۴۲۴ صفحوں میں سما گئی۔

۲۔ موجد التواریخ

یہ محمد حسین علی فرحت کی فن تاریخ گوئی سے متعلق دوسری کتاب ہے۔ اس کتاب کا نام بھی تاریخی ہے۔ یہ ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں شگوفہ پریس میرٹھ میں بتیس صفحوں پر چھپی تھی۔ اسے تاریخی ناموں کا رسالہ کہا گیا ہے۔ اس میں ۱۳۰۱ سے ۱۴۰۰ تک کے ناموں کو جمع کیا گیا ہے۔

مضافات دہلی وعلی گڑھ

گلبن تاریخ

اس کتاب کے مؤلف کے حالات لالا سریرام نے تفصیل سے لکھے ہیں۔مختصراً اس طرح ہیں:

''شرر ،محمد ارتضاعلی صاحب کاکوروی'' نائب تحصیلدار شاہ آباد ضلع ہردوی ،شاگرد فصیح الملک داغ دہلوی...... ۱۸۸۷ء میں فیض آباد کالجیٹ اسکول سے انٹرنس پاس کیا...... وہیں کتاب ارمغانِ اودھ تصنیف فرمائی...... استاد نے رنگ طبیعت کو دیکھ کر شرر تخلص قرار دیا...... عین عالم شباب میں رحلت کی......''۔(۱)

معلوم ہوتا ہے کہ شرر علی گڑھ میں نواب محمد مزمل اللہ خاں کی خدمت میں بھی رہے تھے۔کتاب گلبن تاریخ کی کیفیت اس طرح ہے:

چند ہمعصروں کے حالات، ان کی تاریخ گوئی کے ایک ایک دو دو نمونے، حسب فرمائش نواب مزمل اللہ خاں رئیس بھیکم پور علی گڑھ...... یہ تاریخ گویوں کا منظوم تذکرہ ہے...... مؤلفہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء...... اس میں نقشہ ہفت تاریخ ہائے سنین مروجۂ ہند...... کتاب کی تالیف کے سات سال اس طرح لکھے ہیں......۔

۱۳۱۳ہجری= ۱۸۹۶ عیسوی= ۱۸۱۸ شادابی= ۱۳۰۵ فارسی ۱۹۵۲ سنبت= ۱۳۰۱ فصلی= ۱۴۰۲بنگلہ

شرر نے جو سنبت لکھا ہے وہ بکرمی ہے۔ اس کے علاوہ شک سنبت بھی ہے جو عیسوی سال سے پچھتر زائد ہوتا ہے۔ گلبن تاریخ صرف تینتالیس صفحے کا رسالہ ہے اور محمڈن پریس علی گڑھ سے چھپا تھا۔

گوالیار

۱۔ کان تاریخ

اس کتاب کے مؤلف منشی رام پرشاد ظاہر کے حالات لالاسریرام کے تذکرے میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان کا ماحصل یہ ہے:

''ظاہر منشی رام پرشاد کھتری دہلوی تلمیذ مرزا رحیم الدین ایجاد۔ ان کے آبا و اجداد ملازم سرکار شاہی رہے۔ خو دہلی کے محکمہ کلکٹری میں عرصہ تک سرشتہ دار اور ناظر رہے۔ ۱۸۶۴ء کے آخر میں گوالیار گئے۔ وہاں ترقی کر کے مجسٹریٹ کے عہدے پر ممتاز ہوئے...... صاحب دیوان ریختہ اور فن تاریخ گوئی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ کان تاریخ ان کی تالیف سے ہے......''۔(۱)

ظاہر کے کلیات(۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ تاریخ گوئی سے اس کی دلچسپی کا اندازہ اس طرح کیا جانا چاہیے کہ اس فن سے متعلق اس نے کم سے کم تین کتابیں لکھی تھیں۔

کان تاریخ اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے سال تالیف ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ایک سے ۱۳۳۱ تک کے ہم عدد الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب مطبع انوری آگرہ میں ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں چھپی تھی۔

۲۔ کنز تاریخ

یہ رام پرشاد ظاہر کی دوسری کتاب ہے۔(۳) نام اس کا بھی تاریخی ہے جس سے سال تالیف ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء معلوم ہوتا ہے۔ اس میں آنحضرتﷺ کی ہجرت سے ۱۹۰۰ء تک کے واقعات سے متعلق فارسی اور اُردو کے قطعات جمع کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بیاسی اوراق پر محیط ہے اور تاحال غالباً چھپی نہیں ہے۔

۳۔ چمن تاریخ

یہ منشی رام پرشاد ظاہر کی تیسری معلوم کتاب ہے۔(۴) اس کے مخطوطہ کی ضخامت دو سو چھیاسی صفحات ہے۔ مؤلف نے اپنا نام اس میں اس طرح لکھا ہے:

''احقر العباد رام پرشاد دہلوی ظاہر تخلص وکیل عدالت دیوانی دربار گوالیار''

یہ کتاب ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۸ء میں لکھی گئی تھی چنانچہ یہ بات اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب کے بارے میں بھی خیال ہے کہ شاید نہیں چھپی تھی۔

رام پور

نوابین رامپور کی حکمت عملی اور تدبر نے ریاست کو بڑی تباہیوں سے بچا لیا تھا اس کے باوجود تعجب ہے کہ اس علاقے میں تاریخ گوئی سے متعلق کچھ زیادہ کام نہیں کیا گیا۔

۱۔ کنز التاریخ

یہ نام تاریخی ہے اور اس سے سال تالیف ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف محمد مجیب اللہ خاں عرف حافظ عبدالرحمان احسان تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ کتاب کنز التاریخ مطبع حسنی رامپور میں ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس میں ۱۳۲۶ھ سے ۱۴۵۰ھ تک کے لیے اسمائے ذکور اور اسمائے اناث بھی شامل ہیں۔

بدایوں

۱۔ ملخص تسلیم

اس کتاب کے مصنف تسلیم کے حالات لالہ سریرام نے جو لکھے ہیں، مختصراً اس طرح ہیں:

''سخنور ذکی فہیم منشی انوار حسین تسلیم سہوانی خلف منشی اقشام الدین، مدت مدید تک منشی نولکشور کے مطبع کے متوسل رہے۔ شیخ علی بخش بیمار کے شاگرد رشید تھے۔ تاریخ گوئی میں ایسا ملکہ رکھتے تھے کہ ان کی مثال کم نظر آتی ہے۔ ان کی تصنیف سے زنبیل تاریخ، مثنوی سعدین، ملخص تسلیم چھپ کر شائع ہو چکی ہیں...... ۲۱ رجب ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) کو پیدا ہوئے اور ۱۲ شوال ۱۳۰۹ھ (۹۲-۱۸۹۱ء) روز دو شنبہ کو وفات پائی۔ خورشید علی ان کا تاریخی نام ہے......''۔(۱)

ملخص تسلیم تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء) کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں بعض مقاموں پر جلال کی کتاب افادۂ تاریخ پر گرفت بھی کی گئی ہے۔

ملخص تسلیم ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں مطلع العلوم پریس مراد آباد میں ایک سو بیس صفحوں پر چھپ کر

شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔

۲۔ ملہم تاریخ

منشی محمد انوار حسین تسلیم کی کتاب کی افادیت پر نظر کر کے سیّد اقتدار احمد ساحر نے اس کا زبان اُردو میں ملہم تاریخ کے نام سے ترجمہ کیا۔ یہ نام بھی تاریخی ہے چنانچہ اس ترجمہ کا سال ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء تھا۔ مترجم کے حالات لالا سریرام نے اس طرح لکھے ہیں:

> ''مفتی سیّد اقتدار احمد صاحب ابن مولوی سیّد آل محمد شاہ صاحب۔ آپ سہسوان ضلع بدایوں کے سادات کرام سے ہیں۔ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور علی ہے۔ اپنے بھائی ابوالکمال سیّد اعجاز احمد معجز سے تلمذ رکھتے ہیں۔ فن تاریخ گوئی میں آپ کو خاص ملکہ ہے...... آپ کی تصنیفات میں ملہم تاریخ طبع ہو چکی ہے......''۔(۲)

ملہم تاریخ کے شروع میں ایک صفحہ پر مرزا احمد شاہ بیگ جوہر مراد آبادی کا دیباچہ ہے۔ یہ کتاب مطلع العلوم پریس، مراد آباد میں ۱۳۳۰ھ / دسمبر ۱۹۱۲ء میں ایک سو اٹھارہ صفحوں پر چھپی تھی۔ اس کے بارے میں لکھا ہے:

> ''فن تاریخ گوئی کے اصول و قواعد اور ان پر محققانہ بحثیں، طالبانِ فن کے لیے استاد بے منت رسالہ موسوم بہ ۱۳۲۶/ملہم تاریخ ترجمہ ۱۳۰۰/ملخص تسلیم''۔

۳۔ زنبیل تاریخی

یہ بھی منشی محمد انوار حسین تسلیم کی تالیف ہے۔ نام اس کا ''عدد التاریخ یا زنبیل تاریخی'' ہے۔ دونوں سے سال تالیف کے عدد ۱۳۲۰ برآمد ہوتے ہیں۔ اس میں ایک سے دو ہزار بیس تک کے ہم عدد الفاظ یا مادہ ہائے تاریخی جمع کیے گئے ہیں۔

زنبیل تاریخی ۱۳۳۰ھ / ۱۹۰۲ء میں مطبع اخبار نیر اعظم مراد آباد میں چھپی تھی۔ اس کی ضخامت ۳۳۶ صفحوں کی ہے۔

۴۔ حل رسالہ معمائے جامی

یہ رسالہ دیبی پرشاد سحر بدایونی (دسمبر ۱۸۴۰ء ۔ ۱۹۰۲ء) بن چنی لال انگر کا ہے۔ اس سے پہلے معمائے جامی کی شرح صہبائی لکھ چکے تھے۔ بظاہر سحر نے اسے منظوم کر کے فن معما سے اپنی دلچسپی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

تاریخ گوئی کے فن سے متعلق سحر کی یہ کتابیں بھی قابل ذکر ہیں:لغاتِ سنہ،موجز التاریخ؛آخر الذکر کا نام تاریخی ہے اور اس سے سال تالیف کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔

فتح گڑھ

۱۔ خزانۃ التواریخ

ڈپٹی کلب حسین خاں نادر نے اس کتاب کے مصنف کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''غضنفر نواب محمد جعفر علی خاں عرف پیار صاحب خلف الرشید نواب سیّد محمد علی خان بہادر رئیس شمس آباد''۔(۱)

ان کے پرنواسے محمد صادق نے ان کے تعارف میں تحریر کیا ہے:

''نواب سیّد محمد جعفر علی خاں عرف پیارے صاحب (راقم کے پرنانا) پسر اوسط نواب (سیّد محمد علی خاں معروف بہ نواب دولہا) مرحوم، ولادت غرۂ محرم ۱۲۶۶ھ/ ۱۷ نومبر ۱۸۴۹ء، شاعر، جعفر و حاجی تخلص صاحب مجموعۂ تواریخ موسوم دفتر تاریخ، ارادتمند دبیر، مؤلف گستاخی معاف بہ جواب انتخاب نقص تالیف نساخ''۔(۲)

یہ بات قرین قیاس ہے کہ نواب مذکور نے ایک مدت کے بعد جعفر اور حاجی کو بھی تخلص کے طور پر اختیار کر لیا ہو۔ کتاب، گستاخی معاف کے بارے میں محمد صادق کا دعویٰ یہ ہے :

''حضرت جعفر نے یہ کتاب حکیم سیّد مرتضٰی امروہوی کے نام سے چھپوائی تھی''۔(۳)

اور اس کتاب میں مصنف نے اپنا نام اور اپنی کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے:

''سید مرتضٰی بن سیّد علی امروہوی حال وارد فرخ آباد متخلص بہ گستاخ خدمت میں حضرت نساخ کی ملتمس ہے...... کہ اس تحریر کا نام گستاخی معاف رکھا ہے......''۔(۴)

اور کسی بھی مأخذ میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں مل سکی۔

محمد جعفر علی خاں کو تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا چنانچہ انہوں نے اس فن سے متعلق ایک سے زیادہ کتابیں لکھی تھیں۔ خزانۃ التواریخ ۱۹۱۱ء (۱۳۲۹ھ) میں مرتب کی تھی اور اس کے لیے یہ تاریخی نام رکھا تھا۔ اس سے یہ تاریخ اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب ''خزانۃ'' کو خزانہ پڑھا جائے۔ یہ کتاب مطبعِ نظائر ہند، فتح گڑھ میں چھپ کر شایع ہوئی تھی۔

۲۔ مجموعۂ تواریخ

یہ بھی محمد جعفر علی خان کی تصانیف میں سے ہے۔ اس کے ذکر میں محمد صادق نے لکھا ہے:

> ''حضرت جعفر نے تین سال عصر نواب کلب علی خان کے دربار رامپور بھی گزارے...... اسی زمانے میں تاریخ گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اس میں اتنی ترقی کی کہ ہندوستان بھر میں مشہور ہوئے۔ ان کا مجموعہ تواریخ موسوم بہ دفتر تاریخ دس حصوں میں طبع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخوں کے سات مختصر مجموعے اور ہیں......''۔(۵)

محمد صادق کے اس دعوے کے باوجود جعفر اور ان کی تصانیف کا ذکر بیشتر معاصر کتابوں میں نہیں ملتا ہے۔ جعفر کی کتاب دفتر تاریخ کا حصہ ششم ۱۹۱۶ء میں نظائر ہند پریس، فتح گڑھ میں چھپا تھا۔ شروع کے پانچ حصے مع تتمہ اس سے پہلے چھپ چکے تھے۔ بعد کے حصے چھپے یا نہیں، اس بارے میں کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ شمس التواریخ

اس کتاب کے مصنف حکیم محمد مظہرالحق قنوجی ہیں۔ کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۳۲۴ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ یہ کتاب مطبع منبع النور، آگرہ میں چھپی تھی۔ راقم کی یادداشت میں لکھا ہے :

''یہ تاریخ خلافت عثمانی کی ہے''

کتاب کے صفحہ ۷ پر حضرت عثمانؓ کا شجرہ درج ہے۔

۴۔ تواریخ مہین

اس کتاب کا نام ''تواریخ مہین یا آیات کمال'' ہے۔ ان میں سے پہلا نام تاریخی ہے جس سے اس کا سالِ تالیف ۱۳۲۲ھ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں مختلف افراد کی وفات اور بعض امور سے متعلق مؤلف نے اپنے کہے ہوئے قطعات تاریخ جمع کیے ہیں۔ لالاسریرام کی یادداشتوں میں اس کے مؤلف کے بارے میں لکھا ہے:

> ''کمال حکیم سید محمد مہدی صاحب طبیب اعلا راج تروا فرخ آباد خلف جلال لکھنوی''۔(۶)

یہ کتاب مطبع تصویر عالم، لکھنو سے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں چھپن صفحوں پر چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

کانپور اور مضافات

ا۔ آئینۂ تواریخ

کتاب کا پورا نام آئینۂ تواریخ الملقب بہ تحفۂ شایق، اور اس کے مولف کا نام حافظ الٰہی بخش شائق تخلص ہے۔ لالاسریرام کے تذکرے میں ہے:

''شائق ،حافظ الٰہی بخش خلف شیخ محمد حاجی، باشندۂ کانپور، سید وارث علی سیفی کے تلامذہ میں گزرے ہیں۔ مشاق اور پُرگو تھے۔ ۱۲۹۵ھ کا چھپا ہوا دیوان موسوم بہ گلزار منظوم مطبوعہ نظامی، میرے کتب خانے میں موجود ہے...... فن تاریخ گوئی میں آئینۂ تاریخ ان کی تصنیف ہے''۔(۱)

آئینۂ تواریخ کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے سال تالیف ۱۲۸۴ھ (۶۸-۱۸۶۷ء) معلوم ہوتا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں چھپی تھی۔ اس میں تین سے چودہ سو تک کے ہم عدد الفاظ، فقرات، امثال مستعملہ روزمرہ اور آیۂ قرآنیہ وغیرہ شامل ہیں۔

کتاب مقبول ہوئی۔ مؤلف نے دوبارہ چھپوانے کا فیصلہ کیا۔ نظرثانی میں چودہ سو سے بڑھا کر دو ہزار تک کے اُردو فارسی اور عربی کے مساوی الفاظ یا مادہ ہائے تاریخ کا اضافہ کیا۔ مولوی محمد افضل علی ''ضو'' مالک و مہتمم بدایوں گزٹ نے طباعت کی تاریخ کہی۔

چھاپی آئینۂ تواریخ شایق نے مجھے پروف بھیجا
اچھی تقطیع، خوب کاغذ خوشخط با آب و تاب چھاپا
ہجری میں سال طبع لکھی ضو ''نسخہ بیمثال پایا''

منشی سید محمد عبدالغنی مقیم کانپور نے دس شعروں کا قطعہ کہا اور آخری شعر میں عیسوی سال کو نظم کیا۔ اس کے کچھ شعر یہ ہیں:

سخت تھا تاریخ گوئی کا یہ فن اب نہایت ہی سہولت ہو گئی
ہفتوں جس تاریخ پر ہوتی تھی فکر چند گھنٹوں کی وہ محنت ہو گئی
انتظامی میں بہت صحت کے ساتھ طبع با حسن و لطافت ہو گئی
''اک زمانہ سے تھا دل کو شوقِ دید'' ''دیکھ آئینہ کو حیرت ہو گئی''

۱۰۸۴ + ۸۱۰ = ۱۸۹۴

خود مؤلف نے بھی دس شعر کا قطعہ کہا۔ اس کا آخری شعر یہ ہے:

''اس سے پہلے بھی چھپی تھی یہ کتاب'' ''اب کے گونہ صاف اور عمدہ رہی''

۱۰۶۸ + ۸۲۶ = ۱۸۹۴

انتظامی پریس ،کانپور کے مطبوعہ اس دوسرے ایڈیشن میں شروع میں قطعاتِ تاریخ سولہ صفحوں پر ہیں۔ بعد ازاں یہ کتاب ۴۳۲ صفحوں پر مکمل ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد یہ کتاب مطبع نظامی، کانپور میں بھی چھپی۔ اس ایڈیشن میں مؤلف نے دیباچہ بھی شامل کیا ہے جو ۱۵جولائی ۱۸۹۸ء میں لکھا گیا تھا۔

۲۔ بیان التواریخ

اس کتاب کے مؤلف ولایت علی خاں ولایت و عزیز صفی پوری تھے۔ ان کے مفصل حالات پروفیسر حنیف نقوی نے بہت محنت اور تحقیق سے لکھے ہیں۔ یہاں مختصراً نقل کیے جاتے ہیں:

> ''ولایت علی ابن یحییٰ علی ابن ثابت علی خاں صفی پور ضلع اناو میں صفر ۱۲۵۹ھ / مارچ ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۸۶ھ میں وہ باقاعدہ طور پر حلقہ فقرا میں داخل ہو کر عزیز اللہ شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ پہلے ولایت تخلص تھا اور اب عزیز تخلص اختیار کیا۔ محرم ۱۳۴۷ھ / جولائی ۱۹۲۸ء میں انہوں نے وفات پائی۔ ولایت اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ابتدا میں احسان اللہ ممتاز کے اور پھر تقریباً ۱۲۷۸ھ میں مرزا غالب کے شاگرد ہو گئے تھے۔(۲)

بیان التواریخ کے بارے میں پروفیسر حنیف نقوی نے جو لکھا ہے، مختصراً یہ ہے:

> ''ولایت و عزیز نے جو قطعات تاریخ کہہ کر اپنے دواوین میں شامل کیے تھے، ان کو الگ کر کے ایک رسالہ کی صورت میں جمع کیا اور اس کا تاریخی نام بیان التواریخ رکھا جس سے اس کا سال ترتیب ۱۳۱۱ھ (۹۴-۱۸۹۳ء) معلوم ہوتا ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں اس پر نظرثانی کر کے ان قطعوں کو نکال دیا جن میں صنعتوں کا التزام کیا تھا۔ یہ مجموعہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں ابوالعلائی اسٹیم پریس، آگرہ سے ایک سو بیس صفحوں پر چھپوا دیا گیا تھا۔ اس کے شروع میں تاریخ گوئی کے اصول و قواعد کا بیان کیا گیا ہے''۔

۳۔ اعجاز التواریخ

بیان التواریخ میں سے جو قطعات الگ کر دیئے گئے تھے مصنف نے ان کو ایک الگ رسالہ کی صورت میں اعجاز التواریخ کے نام سے مرتب کر دیا تھا۔ اس کا نام بھی تاریخی ہے اور اس سے ۱۳۳۰ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مجموعہ ساٹھ صفحوں پر ۱۳۳۲ھ میں ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔

۴۔ نشید کاظم

شیخ کاظم حسین صدیقی متوطن پھپھوند ضلع اٹاوہ نے ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں اپنا دیوان نشید کاظم کے نام سے مرتب کیا۔ انہوں نے اس کا ایک اور نام یادگار کاظم حسین بھی مقرر کیا۔ یہ دونوں نام تاریخی ہیں۔ ایک برس کے بعد یہ دیوان الہ آباد سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔

نشید کاظم کا پہلا جزو اٹھائیس صفحوں پر محیط ہے اور اس میں سلام نبویؐ، منقبت حضرت علیؓ، مذمتِ نااہلی اور مخمسات وغیرہ ہیں۔

دوسرا جزو صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۱۶۴ تک ہے اور اس کا تاریخی نام دیوان التواریخ ہے جس سے ۱۳۱۹ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد مناظر الاسا شروع ہوتا ہے۔ یہ بھی تاریخی نام ہے اور اس سے ۱۳۲۵ کے عدد حاصل ہوتے ہیں۔ اس جزو میں اسمائے حسنٰی کا بیان ہے۔

صفحہ ۲۱۵ سے "جدول اعداد حروف ابجد" ہے۔ اس میں ہر حرف کے اعداد چار طرح سے تحریر کیے ہیں یعنی عدد زبر، عدد بینات، عدد مکتوبی صغیر اور عدد مکتوبی کبیر مثال کے طور پر حرف الف کے اعداد اس طور پر ہیں:

الف	...... یعنی عدد زبر	=	ایک			
ا ۱۱۰	...... یعنی عدد بینات	=	۱۱۰			
۱۱۱	اور عدد مکتوبی کبیر	=	الف	لام	فا	
			۱۱۱ +	۷۱ +	۸۱ =	۲۶۳

اسی طور پر ایک دوسری جدول میں اسمائے حسنٰی کے حروف چہارگانہ درج کیے ہیں۔

نشید کاظم کا آخری جزو ''معمیات کاظم'' ہے۔ فن معما کسی زمانے میں بہت مقبول رہا ہے لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد اس کا رواج کم سے کمتر ہو چلا تھا۔ اس لحاظ سے یہ جُزو بہت اہمیت رکھتا ہے۔

دیوان التواریخ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔ اس میں صرف معاصرین سے متعلق تاریخیں جمع کی گئی ہیں۔ تاریخ گوئی کے لیے جتنی صنعتیں رائج تھیں بیشتر کی مثالیں اس مجموعہ میں مل جاتی ہیں۔

الہ آباد

۱۔ نصیحت مختصر

محمد واصل عثمانی نے اس کتاب اور اس کے مصنف کے جو حالات لکھے ہیں، مختصراً اس طرح ہیں:

> ''شاہ محمد علیم نام، علیم تخلص کرتے تھے۔ حضرت وحید کے ہمعصروں میں تھے۔ تاریخ گوئی میں بڑا ملکہ تھا۔ تاریخ کہنے کے کچھ قاعدے وضع کر کے ایک چھوٹا سا رسالہ نصیحت مختصر جو اس کا تاریخی نام بھی ہے چھپوا دیا تھا''۔(۱)

اس کتاب میں تاریخ گوئی کے اصولوں کا بیان، مساوی الاعداد الفاظ اور ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء کے قطعات تاریخ درج ہیں۔ اس کے نام سے سال تصنیف ۱۸۸۸ء معلوم ہوتا ہے۔ یہ اسی سال میں سولہ صفحوں پر مطبع البلاغ لکھنو میں چھپ گیا تھا۔

لکھنو

دبستانِ لکھنو کے بانی شیخ امام بخش ناسخ کے ذکر میں مولانا محمد حسین آزاد نے کہا ہے کہ وہ ''بات بات پر تاریخیں کہتے تھے''۔(۱) ان کے شاگرد رشید والا جاہ میر علی اوسط رشک کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو ''شاعری کی سرکار سے تاریخیں کہنے کا ٹھیکہ ملا ہے''۔(۲) میر رشک کے فرزند میر علی ضامن شوق کے حالات میں سعادت خان ناصر نے لکھا ہے:

> ''ہر غزل کے آخر میں تاریخ کہنا ایجاد کیا۔ آپ کو اس میں استاد کیا''۔(۳)

پھر تو صورت حال یہ ہوئی کہ میر رشک کے کئی شاگرد اپنی غزل میں تاریخی مقطعے کہنے لگے۔ امیر علی خاں ہلال کے حال میں تحریر ہے کہ ان کا ''ایک دیوان ہے کہ جس کا ہر مقطع تاریخی ہے''۔(۴) اس طرح لکھنو میں تاریخ گوئی کا رواج عام ہو گیا تھا چنانچہ اس جوار میں اس فن سے

متعلق کئی کتابیں لکھی گئیں۔ بعض یہ ہیں:

۱۔ افادۂ تاریخ

مصنف اس رسالہ کے حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی ابن حکیم اصغر علی تھے۔ لالا سری رام نے ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مختصراً اس طرح ہیں:

''۱۲۵۰ھ میں سید ضامن علی پیدا ہوئے...... ۱۲۷۲ھ میں نواب یوسف علی خان والی رامپور نے طلب کیا اور بہت قدر و منزلت کی۔ وہ (جلال) نواب کلب علی خاں کے آخر عہد تک رامپور میں رہے۔ کئی مفید رسالے مثلاً افادۂ تاریخ، مفید الشعرا وغیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ جلال نے بہ عمر چھہتر سال ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انتقال فرمایا''۔(۵)

افادۂ تاریخ یا رسالہ قواعد تاریخ گوئی کو جلال نے ۱۲۹۲ھ میں لکھا تھا۔ پھر ۱۳۰۲ھ میں نظرثانی کر کے اس کا تاریخی نام افادۂ تاریخ مقرر کیا۔ اسی سال یعنی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں اسے مطبع جعفری لکھنو سے تینتیس صفحوں پر چھپوا دیا۔

۲۔ تاریخ امام ہدیٰ

نواب باقر علی خاں تشفی نے جو شیخ ناسخ کے شاگرد اور گنج شہیداں، گلدستہ جناں، روضۂ رضواں اور سرمایۂ ایماں وغیرہ کے مؤلف تھے۔ رسالہ تاریخ امام ہدیٰ بھی تالیف کیا تھا۔ اس رسالے کے شروع میں دائرے بنا کر تاریخ گوئی کی صنعتوں کا بیان کیا ہے اور پھر ائمۂ معصومین کے لیے قطعات تاریخ وفات کہے ہیں۔ رسالہ اٹھائیس صفحوں پر مشتمل ہے اور ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں چھپ گیا تھا۔

۳۔ اعجوبۂ تواریخ

محمد عبدالاحد شمشاد لکھنوی اپنے وقت کے باکمالوں میں سے تھے۔ لالا سری رام نے لکھا ہے:

''حضرت شمشاد کے والد مولوی عبدالرحیم اپنے وقت کے نامور علماء میں تھے۔ خود شمشاد ۳ صفر ۱۲۶۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آفتاب الدولہ قلق کے شاگرد ہوئے۔ آخر عمر تک مدرسہ چشمۂ رحمت غازیپور میں معلم رہے۔ ۱۹۱۵ء میں انتقال کیا۔ آپ کے دیوان طبع ہو چکے ہیں۔ عمر بھر صرف غزل کہی''۔(۶)

شمشاد کے دیوان خزینۂ شمشاد عرف نظم دلفروز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حکیم سیّد محمد جعفر حسین کاشف لکھنوی سے بھی تلمذ اختیار کیا تھا اور غزل کے علاوہ خمسے اور تاریخیں بھی خوب کہتے تھے۔

خزانۂ خیال میں شمشاد نے اپنی کتاب اعجوبۂ تواریخ بھی شامل کر کے چھپوا دی تھی جو دو سو سولہ صفحات پر محیط ہے۔ یہ دونوں نام تاریخی ہیں۔ پہلے سے ۱۳۰۴ھ اور دوسرے سے ۱۸۹۸ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اسی سال میں مطبع مجتبائی لکھنو سے چھپ کر شائع ہوئی تھیں۔

۴۔ آخرت باقی

اس رسالے کے مؤلف کا احوال لالا سریرام نے اس طرح تحریر کیا ہے:

''نائب منشی کھنو لال خلف منشی جھاولال تلمیذ و نبیرہ واجب لکھنوی، ملازم کوٹھی خزانۂ میرٹھ بینک، قوم کایستھ، ریاست حیدر آباد میں بھی رہے ہیں......''۔(۷)

ان کا رسالہ آخرت باقی ۱۳۱۴ھ میں تالیف ہوا تھا۔ نام اس کا تاریخی ہے۔ اسی سال میں یعنی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں محمود نگر، لکھنؤ میں چھپا تھا۔

۵۔ مخزن حزن و ملال

نفیس لکھنوی کی وفات سے متعلق مختلف شعراء نے فارسی اور اُردو میں تاریخیں کہی تھیں۔ حکیم سید علی محسن خاں ابر نے ان کو دو حصوں میں مرتب کر دیا، اس طرح حصہ اوّل فارسی ''چھبیس صفحے'' اور حصہ دوم اُردو ''بتیس صفحے'' اور اس کتابچہ کو ۱۹۰۱ء میں شام اودھ پریس لکھنؤ سے چھپوا دیا تھا۔

۶۔ وفیات الاخیار

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس میں مرنے والوں کی تاریخیں جمع کی گئی ہیں۔ مرتب حاجی محمد احسن وحشی ہیں۔ کتاب کے نام سے سال تالیف ۱۳۱۹ھ برآمد نہیں ہوتا ہے۔ اس میں ابواب کی تقسیم بہ اعتبار حروف تہجی کی گئی ہے اور معلومات کو تین جدولوں میں جمع کیا ہے یعنی:

جدول اوّل : بہ ترتیب اسمائے گرامی

جدول دوم : بہ ترتیب تاریخ وفات

جدول سوم : بہ ترتیب مدفن

کتاب ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں مطبع شام اودھ لکھنؤ میں ایک سو ستاسی صفحوں پر چھپی ہے۔

۷۔ استخراج التواریخ

اس کتاب کے بارے میں بس اسی قدر معلوم ہوا ہے کہ اس کے مؤلف میر عباس تھے جن کا

تعارف نساخ کے تذکرے میں اس طرح آیا ہے:

''عباس تخلص ،میر عباس تھانہ دار لکھنؤ ولد میر امام الدین لکھنوی شاگرد وزیر، صاحب دیوان گزرے''۔(۸)

۸۔ رسالہ گورکھ دھندھا

قابل توجہ بات یہ ہے کہ فن معما سے متعلق کانپور کے مضافات میں ایک کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب لکھنؤ میں اس فن کی ایک اور کتاب کا حال درج کیا جاتا ہے جس کا نام اس طرح آیا ہے:

''رسالہ گورکھ دھندھا یعنی نگار خانۂ معما مع شرح اُردو، بیان اعمال معما''۔

مؤلف اس کے سید سراج الحسن مودودی ابن میر ابن حسن تھے۔ یہ کتاب پہلی بار مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ سے مئی ۱۸۸۳ء میں چھپی تھی۔

کتاب مقبول ہوئی چنانچہ اکتوبر ۱۸۸۵ء میں یہ اسی مطبع سے دوسری بار چھپ کر شائع ہوئی۔

عظیم آباد اور مضافات

۱۔ کنز تواریخ

اس کتاب کے مصنف سید شاہ محمد یحییٰ، یحییٰ تخلص ابن شاہ وجہہ اللہ فرحت ابن سید شاہ احمد اللہ ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں فوت ہوئے۔ اس ضخیم کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں محفوظ ہے۔ مؤلف نے اس کے دیباچے میں لکھا ہے:

ہیچ مداں از سن صبا شوق فن تاریخ در سر داشت...... در حلقہ درس استاذنا مولوی محمد سعید عظیم آبادی حسرت تخلص...... بہ تاریخ گوئی مناسبت صحیح پیدا نمودم...... الحال کہ سنہ یک ہزار و دو صد و ہشتاد و ہشت ہجری (۱۸۷۱ء) است...... گفتہ ہائے خودم را مرتب و مجموع سازم۔(۱) کما قلت قطعہ اولیٰ

شد مرتب بہ محنت بسیار　　　فکر یحییٰ مجلد تاریخ

مجلد تاریخ سے کتاب کے آغاز کا سال ۱۲۸۸ معلوم ہوتا ہے۔ چند سال کی محنت کے بعد جب کتاب مکمل ہوئی تو مؤلف نے اس کے لیے دو تاریخی نام مقرر کیے یعنی کنز تواریخ اور مجلد تواریخ اور دونوں سے ۱۲۹۴ کے عدد برآمد ہوتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں اضافے کا سلسلہ جاری رہا

چنانچہ بصورت موجودہ اس میں ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء تک کے قطعاتِ تاریخ موجود ہیں۔

کتاب کنز تواریخ تا حال چھپ نہیں سکی ہے البتہ اس کی تلخیص خدا بخش لائبریری پٹنہ کی طرف سے ۱۹۸۲ء میں شائع کر دی گئی ہے۔ اس کا عنوان اس طرح ہے:

''کنز تواریخ...... تیرہویں صدی کی تاریخیں ۱۲۰۳ھ تا ۱۲۹۹ھ...... قطعات تاریخی سے ماخوذ''

اس سے ظاہر ہے کہ یہ پوری کتاب کی تلخیص نہیں ہے۔ اصل کتاب کے مندرجات اس طرح ہیں:

> ''اولین تاریخ قطعہ رسول اکرمﷺ کی تاریخ پیدائش پر ہے۔ پھر وفات نبویؐ پر، پھر تاریخ بہ تاریخ پہلی، دوسری اور تیسری صدی کے دو دو چار چار اہم سنین کی تاریخیں ہیں۔ پھر گیارہویں اور بارہویں صدی کی چند تاریخیں ہیں۔ تیرہویں صدی (ہجری) ۱۲۰۳ سے شروع ہوتی ہے''۔

اس میں بیشتر قطعے فارسی میں ہیں۔ کچھ اُردو میں بھی ہیں۔ مخطوطہ کی ضخامت ۵۴۲ صفحات ہے۔

۲۔ تاریخہائے پیدائش و وفات معاصران

یہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی کے قطعاتِ تاریخ کا اختصار ہے۔ حسرت منشی واعظ علی ابن شیخ عمر دراز ابن مولوی فقیراللہ کے بیٹے تھے۔ لالا سریرام نے لکھا ہے کہ حسرت ۲۷ ذیقعد ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۶ء کو بہ مقام عظیم آباد پیدا ہوئے(۲) ۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں گورنمنٹ نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ یہ فارسی میں حسرت اور عربی میں سعید تخلص کرتے تھے۔ حسرت نے ۳ شعبان ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء میں وفات پائی تھی۔

حسرت کی مطبوعہ کتابیں دو بتائی گئی ہیں: قسطاس البلاغت اور مقصد البلاغت۔ثانی الذکر پہلی کا تتمہ ہے اور اس میں معاصرین کی پیدائش اور وفات سے متعلق ایک باب ہے۔ اسی باب کو الگ کر کے خدابخش لائبریری پٹنہ کی طرف سے اس عنوان سے ۱۹۷۸ء میں شائع کر دیا گیا ہے:

''تاریخہائے پیدایش و وفات معاصران ۱۲۴۸ھ تا ۱۳۰۳ھ''

۳۔ قطعات تاریخ و رباعیات

راقم کی یادداشت کے مطابق اس نام سے ایک مجموعہ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں چھپا تھا جس کے مؤلف سید احمد افسر تھے۔ افسوس ہے کہ اب اس کے بارے میں کوئی اور بات معلوم نہیں ہوسکی۔

۴۔ دیوان تواریخ

اس مجموعہ کا یہ تاریخی نام ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں مرتب ہوا تھا۔ مؤلف اس کے سید آل محمد تھے اور یہ اسی سال میں مطبع نور الانوار، آرہ سے ایک سو اسی صفحوں پر چھپ کر شائع ہوا۔

کلکتہ

۱۔ گنج تواریخ

اس کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے اس کا سال تالیف ۱۲۹۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف ڈپٹی عبدالغفور خاں نساخ تھے جن کے بارے میں حکیم حبیب الرحمان نے لکھا ہے:

> ''جناب نساخ کو فن تاریخ گوئی سے بھی بڑی مناسبت تھی اور آج انہی کے طفیل بنگال کے اہل علم و رؤسا کی جینے مرنے کی تاریخیں معلوم ہوتی ہیں''۔(۱)

گنج تواریخ پہلی بار مطبع اودھ اخبار لکھنو سے جنوری ۱۸۷۵ء / ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ میں چھپی تھی۔ اس میں حضرت رسول اکرمﷺ سے زمانۂ حال تک کے مشاہیر اور واقعات سے متعلق قطعات تاریخ موجود ہیں۔ اس میں دیباچہ کوئی نہیں ہے۔

۲۔ کنز تواریخ

اس کا نام بھی تاریخی ہے اور اس سے ۱۲۹۴ھ کے اعداد حاصل ہوتے ہیں۔ دراصل یہ گنج تواریخ کا ضمیمہ ہے اور ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں نظامی پریس ،کانپور میں چھپی تھی۔

بعد میں گنج تواریخ مع ضمیمہ گنج تواریخ (یعنی کنز تواریخ) مطبع منشی نولکشور لکھنو سے بھی چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۳۔ مظہر معما

یہ بھی نساخ کی تالیف ہے۔حکیم حبیب الرحمان نے اس کے بارے میں تحریر کیا ہے:

> ''نساخ مرحوم کو فن شاعری کی تمام شاخوں سے مناسبت تھی۔ فارسی زبان میں معما میں ایک مختصر رسالہ ہے جس میں انہوں نے اپنے معماؤں کو مع حل جمع کر کے چھپوایا ہے۔

شرح کی زبان فارسی ہے، اگرچہ چند معمے اُردو میں بھی ہیں...... پندرہ صفحات ہیں۔ مطبع بحرالعلوم لکھنؤ میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں چھپی ہے''۔(۲)

اس کتاب کا نام بھی تاریخی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۹۶ھ میں تالیف کی گئی تھی۔ اس کا سال طباعت ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء ہے، اور یہ تاریخ ''رخشاں معما'' سے برآمد ہوتی ہے۔

ڈھاکہ

۱۔ غم ماہ پیکر

حکیم حبیب الرحمان نے اس کتاب کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ نواب ڈھاکہ سر احسن اللہ کی بیگم قمر النساء خانم کی رحلت سے متعلق خان بہادر نواب زادہ خواجہ محمد افضل ''افضل'' رئیس ڈھاکہ نے جتنی تاریخیں کہی تھیں ''غم ماہ پیکر'' کے نام سے ان کو جمع کر دیا تھا۔(۱) اس نام سے ۱۳۱۸ کے عدد حاصل ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ سترہ صفحات کا یہ مجموعہ مطبع یوسفی ڈھاکہ میں ۱۳۱۵ھ میں چھپا تھا۔ ظاہراً سہواً آٹھ کی جگہ پانچ چھپ گیا ہے۔ صحیح سال طباعت ۱۳۱۸ھ یا ۱۳۱۹ھ ہوگا۔

افضل فن سخن میں آزاد جہانگیر نگری کے شاگرد تھے اور بیشتر تاریخی نظمیں کہتے تھے:

سلہٹ

۱۔ ریاض النور

کتاب کے نام''ریاض النور'' سے سال تالیف ۱۲۹۹ھ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف مولانا اجیر الدین محمد ساکن پھول باڑی ضلع سلہٹ تھے۔ یہ کتاب مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

جےپور

۱۔ سرود غیبی

تاریخ گوئی کے فن سے متعلق اس کتاب کے مصنف سید محمد علی جویا مراد آبادی تھے۔ جناب احترام الدین شاغل نے ان کو میر علی اوسط رشک کا شاگرد بتایا ہے۔ (۱)جویا نے اس کتاب کو''امیر کبیر نواب میر علی مراد خان صاحب بہادر دام اقبالہ والی ملک خیر پور

سندھ' کے نام نامی پر تالیف کیا ہے، چنانچہ سرورق پر بھی ان کا نام لکھا ہے۔

مؤلف نے کتاب کا نام سرود غیبی معروف بہ خیابان تاریخ رکھا ہے۔ اس میں پہلے جُزو سے ۱۲۹۲ھ اور دوسرے سے ۱۸۷۵ء کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی سرورق پر بعض تاریخی نام لکھے ہیں مثلاً خزینۂ صنعت ، تواریخ عجب، نگارستان بہجت اور چمنستان فرحت وغیرہ۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جویا کے لیے محمد امداد علی امداد نے صحیح لکھا ہے کہ ''یہ فن ان کے لیے اور وہ اس فن کے لیے''۔(۲)

> سرود غیبی میں مسٹر میو وائسرائے گورنر جنرل کے مقام رنگون میں چھری سے قتل کیے جانے کی بھی کئی تاریخیں ہیں۔ قاتل کا نام شیر علی خیبری لکھا ہے۔ اس سلسلے کے ایک قطعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''اس مادّہ میں ایک لاکھ بارہ ہزار تاریخ نکلتی ہیں''

یہ واقعہ ۱۸۷۲ء کا ہے۔

> کتاب سرود غیبی پہلی بار مطبع نولکشور لکھنو میں ۱۲۹۰ھ میں چھپی تھی۔ پھر اسی مطبع سے دو برس بعد بھی چھپ کر شائع ہوئی۔ میرے کرم فرما جناب عبدالروف خان ساکن اودۂ کلاں سوامی مادھو پور (خدا ان کے درجات بلند تر کرے) نے لکھا ہے کہ:''دونوں ایڈیشنوں میں کوئی فرق نہیں''

سرود غیبی کی ورق گردانی سے پتا چلتا ہے کہ جویا نے تاریخ گوئی کے فن سے متعلق چھوٹے بڑے کئی رسالے تصنیف کیے تھے۔بعض یہ ہیں:

۲۔''رسالہ متعلق مسند نشینی نواب شاہجہاں بیگم والی بھوپال ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۹ء''

یہ کوئی آٹھ ورق کا منظوم رسالہ ہے۔ اس کا ہر مصرع تاریخی ہے۔

۳۔ مثنوی در تہنیت مسند نشینی نواب محمد ابراہیم علی خاں والی ٹونک ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء۔

اس کے ایک شعر میں سے تاریخ ہجری اور دوسرے سے تاریخ عیسوی پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ قصیدہ در مدح نواب میر علی مراد خاں والی خیرپور سند،۱۸۸۲ء ۔

اس میں دس شعر سے بارہ ہزار تاریخ نکلتی ہے۔

ان کے علاوہ کئی نثری عبارتیں بھی جویا نے ایسی لکھی ہیں جن کے ہر فقرے سے تاریخ نکلتی ہے۔

۵۔ احترام الدین شاغل مرحوم نے جویا کی تصانیف میں ''گنج اسرار'' کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ''جویا کی جملہ تواریخ کا مکمل مجموعہ، نہایت ضخیم ہے''۔(۴) یہ مجموعہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔

جویا نے جیپور میں پہنچنے کے بعد جو دیکھا، اس کا بیان ذیل کے قطعہ تاریخ میں کیا ہے: ؎

دریں آبادی ناقدرشناس مردم — نزد ہر خُرد و کلاں گوہر و زر می بینم

بہر تاریخ بگفتم ز کلام حافظ — ''طوق زرّیں ہمہ در گردنِ خرمی بینم''

۱۸۶۲ء

چند سال کی مدت کے بعد جب جویا نے اپنی کتاب سرود غیبی مکمل کی اسی ''آبادی'' میں کئی شاعر اور تاریخ گو ایسے موجود تھے جن کا جویا کی کتاب میں نام لیا گیا ہے مثلاً: آگاہ سید احمد مرزا خاں، سرن لالا گنگا سرن،عطا عطاء اللہ خاں عرف چاند خاں، منشی لالا کندن لال بھارگو،مونس لالا ہیرا لال، ہاتفی منشی منا رام وغیرہ

۶۔ مجموعہ قطعات تاریخ

اس مجموعے کے مؤلف کا ذکر جویا نے اس طرح کیا ہے:

''جناب مولوی سلیم الدین صاحب تسلیم کہ راقم کے بڑے کرم فرما ہیں۔ اللہ سلامت رکھے''۔(۵)

جویا نے ان کی کئی کتابوں کی تاریخیں کہی تھیں۔ شاغل مرحوم نے ان کے حالات بہت تفصیل سے قلمبند کیے ہیں۔ ان کا نام ابوالبیان محمد عثمان عرف سلیم الدین تھا اور یہ حافظ قاضی حسیب الدین ابن قاضی نظام الدین عثمانی نارنولی کے بیٹے تھے۔ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کسی وقت جیپور میں آئے تھے۔ آخر زمانے میں پھر نارنول چلے گئے تھے۔ وہیں جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ / اپریل ۱۸۸۴ء کو فوت ہوئے۔ فارسی اور اُردو میں تین درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ان میں سے صرف چند چھپ سکیں۔ تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا۔ بیشتر کتابوں کے تاریخی نام رکھے ہیں۔ شاغل مرحوم نے ان کے ایک ''مجموعۂ قطعات تاریخ و دیگر قطعات'' کا بھی ذکر کیا ہے جو غیر مطبوعہ رہ گیا تھا۔

حیدر آباد

تاریخ گوئی سے متعلق جتنی کثیر تعداد میں حیدر آباد (دکن) میں کتابیں لکھی گئیں، ملک کے کسی دوسرے مقام پر نہیں لکھی گئیں۔ سرسری مطالعے سے جن کتابوں کا پتا چل سکا، یہ ہیں:

۱۔ مساوی الاعداد

میر محمد حسین حیدر آبادی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ اس میں مؤلف نے ایک سے ہزار عدد کے مساوی مادّہ ہائے تاریخ جمع کیے ہیں۔ یہ کتاب فیض عام پریس حیدر آباد سے ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۲۔ گلشن خیال

یہ مولوی محمد سعید ابن مولوی محمد رحیم ہمت خانی کا رسالہ ہے۔ اس میں ایک سے ۱۹۵۴ تک کے ہم عدد الفاظ اس طرح درج کیے گئے ہیں کہ اس رسالہ کو ''لُغت'' کہا گیا ہے۔ یہ منشی نولکشور کے مطبع لکھنو میں ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔

۳۔ گلزار ہمیشہ بہار

اس کتاب کے مؤلف منشی محی الدین حسین خاں تسنیم ہیں۔ لالاسریرام نے ان کے حالات اس طرح سے تحریر کیے ہیں:

> ''نواب سپہدار جنگ بہادر رئیس مدراس کے خویش، نواب کرناٹک کے قرابت دار اور مولانا کوثر خیرآبادی کے شاگرد رشید ہیں۔ عرصہ سے دکن میں سکونت پذیر اور وہاں کے کالج میں پروفیسری کے عہدے سے ممتاز ہیں۔ سن شریف پینتالیس برس کے قریب ہے۔ سرکار نظام سے کچھ منصب بھی پاتے ہیں''۔(۱)

ان کے رسالہ گلزار ہمیشہ بہار نظام المطابع، حیدر آباد دکن میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔

۴۔ ہدیۃ المؤرخین

اس کتاب کے مؤلف کا احوال نصیر الدین نقش حیدر آبادی نے اپنے تذکرے میں اس طرح لکھا ہے:

''نظم تخلص سید غلام دستگیر صاحب صبغتہ الٰہی، از دودمان کریم و از اکابر بزرگان زعیم اند۔ اراکاٹ وطن، حیدر آباد مسکن، مردے ذی حافظہ و خوش کلام و ماہر فنون عربیہ و فارسیہ و اُردو''۔(۲)

افسر صدیقی امروہوی نے ان کی کتاب ہدیۃ المؤرخین کے مخطوطے کے تعارف میں تحریر کیا ہے کہ:

''ہدیۃ المؤرخین کے مصنف سید غلام دستگیر نظم حیدر آبادی ہیں۔ مخطوطہ میں ان شاعروں کی معلومات کے لیے بہت اچھا ذخیرہ ہے جو تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ سیدھی سادی اُردو میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ہر مسئلہ کو مناسب مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔ (خاتمہ کی عبارت یہ ہے)۔ ہاں ہاں یہ کچھ ادعا نہیں ہے کہ اس رسالے میں اصول کے سوا نہیں ہے۔ حضرات ناظرین اگر اس رسالہ کو ابتدا سے انتہا تک ملاحظہ فرمائیں گے تو فقیر کو اس قول میں صادق پائیں گے''۔(۳)

اس مخطوطہ کی کتابت ۲ صفر ۱۳۰۸ھ بہ روز پنجشنبہ مکمل ہوئی تھی۔ سال تصنیف اس کا ۱۳۰۷ھ/ ۹۰-۱۸۸۹ء ہے اور یہ کل ایک سو اکسٹھ صفحات پر محیط ہے۔

۵۔ گنجینۂ تواریخ

پورا نام اس کتاب کا گنجینۂ تواریخ عرف مرأۃ الخیال ہے۔ مرأۃ الخیال اس کا تاریخی نام ہے اور اس سے سال تالیف ۱۳۱۳ھ / ۹۶-۱۸۹۵ء برآمد ہوتا ہے۔ یہ کتاب اسی سال میں چھپی تھی چنانچہ اس مصرع سے تاریخ نکلتی ہے۔ شد طبع کتاب میر نادر/۱۳۱۳

اس کے مولف نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

''میر نادر علی الموسوی المتخلص بہ رعد ابن میر کاظم علی شعلہ ابن میر احمد علی خاں شہید دہلوی''

اور کتاب کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

''ایں نسخہ متوازی الاعداد کتابیست مشتمل بر قواعد و الفاظ و فقرات تاریخی کہ برائے افادۂ عام تالیف نمودم''۔

اس میں ایک سے انیس سو تک کے اعداد کے مساوی الفاظ و فقرات، مختلف لوگوں سے متعلق قطعات تاریخ وغیرہ جمع کیے گئے ہیں۔ آخری صفحہ پر ''دوامی جنتری مرتبہ مؤلف ایں کتاب'' بھی ہے۔

یہ کتاب دو سو سولہ صفحوں پر مطبع فخر نظامی حیدر آباد میں چھپی تھی۔

۶۔ گلبن تاریخ

اس کتاب کے مؤلف حکیم میر مہدی حسین رضوی الم تھے۔ نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے ان کے حالات میں تحریر کیا ہے:

> ''یہ حیدر آباد کے مشہور شاعر اور ڈاکٹر تھے۔ ۱۲۸۳ھ / ۶۷-۱۸۶۶ء میں تولد ہوئے۔ داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ کئی کتابوں (مثلاً رسالہ ہادی ثبوت حجاب) کے مصنف تھے۔ جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ شاگردوں کی فہرست طویل ہے''۔(۴)

باب کے لیے گلبن اور فصل کے واسطے گل کا استعمال کیا ہے چنانچہ پہلے گلبن میں آٹھ گل ہیں۔ ان میں تاریخ گوئی کے مسائل کا بیان ہے۔ دوسرے گلبن میں پانچ گل ہیں جو تاریخ کی قسموں اور صنعتوں کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ اس میں ایک سے دو ہزار عدد کے مساوی فارسی اور اردو مادہ ہائے تاریخ درج کیے گئے ہیں۔ سات سو صفحوں کی یہ کتاب مطبع فخر نظامی ،حیدر آباد سے ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۷۔ تواریخ میلاد پاک

اس مجموعہ مرتب کے بارے میں نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے لکھا ہے:

> ''سید اصغر حسین المتخلص بہ ناجی ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ولادت ہوئی۔ تفضّل حسین عطا سے تلمذ حاصل کیا۔ تاریخ گوئی میں اچھا ملکہ تھا۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ شاگردوں کی تعداد کثیر ہے''۔(۵)

''تواریخ میلاد پاک'' اس مجموعہ کا تاریخی نام ہے۔ یہ اس سے ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء سال تالیف معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ اسی سال میں چھپ گیا تھا۔

۸۔ عز التواریخ

اس کتاب کے مؤلف بھی اصغر حسین ناجی ہی تھے۔ یہ کتاب بھی اسی سال میں تالیف ہوئی تھی۔ نام اس کا بھی تاریخی ہے، چنانچہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء ہی میں یہ بھی چھپی تھی۔

۹۔ قطعہ ہائے تاریخ وقار

اُردو اور فارسی میں کوئی چار سو قطعات تاریخ کا ایک مجموعہ(قلمی) علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے(٦) ۔ یہ سب قطعے حیدر آباد سے متعلق ہیں اور ان میں آخری قطعہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کا ہے۔ یہ مجموعہ ایک سو پینتالیس اوراق پر محیط ہے۔

اس مجموعے کے مؤلف وقار کے حالات تو معلوم نہیں البتہ لالا سریرام کی یادداشتوں میں وقار تخلص کے ایک شاعر کا حال اس طرح لکھا ہے:

> ''وقار سید زین العابدین لکھنوی مقیم کلکتہ ملازم شاہ اودھ واجد علی شاہ پہلے مرزا نظر علی بیگ خطا کے شاگرد تھے، پھر میر امداد حسین نشتر سے تلمذ اختیار کیا۔ تاریخ گوئی میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں''۔(۷)

امکان ہے کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی وقار حیدر آباد چلے گئے ہوں اور وہیں انہوں نے قطعات تاریخ کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہو۔

۱۰۔ مجموعہ تواریخ مہر

اس مجموع کے مؤلف کے حالات نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے جو تحریر کیے ہیں ان کا خلاصہ اس طرح ہے:

> ''صاحبزادہ میر آفتاب علی خاں نام اور مہر تخلص، خاندان آصفی کے یہ دوسرے مہر تخلص کے شاعر ہیں۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ سید حیدر علی طباطبائی سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر مدرسہ عالیہ میں ملازم ہوئے۔ انہوں نے بہت کم عمری میں اپنا دیوان مرتب کر لیا تھا۔ اس میں کچھ کلام فارسی میں بھی تھا''۔(۸)

مجموعہ تواریخ مہر چونسٹھ صفحوں کا رسالہ ہے جس کی تصنیف اور کتابت کا سال ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء ہے۔ شاعر نے اپنی پیدائش سے بہت پہلے کے واقعات کی تاریخیں بھی کہیں تھیں چنانچہ اس مجموعہ میں ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء تک کے قطعے بھی شامل ہیں۔ اس مجموعے کے نسخۂ آصفیہ میں کوئی دیباچہ یا ترقیمہ بھی شامل نہیں ہے۔ بہ گمانِ غالب یہ مصنف کا نسخہ یا بیاض ہے۔

بمبئی

۱۔ تواریخ اکمل

محمد شاہ عرف سید فقیر محمد چشتی فدا تخلص اس کتاب کے مؤلف تھے۔ فدا مذہب پسند شخص تھے چنانچہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں انہوں نے منشور شفاعت کے نام سے ایک گلدستہ نکالنا شروع کیا تھا۔(۱)

فدا شیخ محمد قریشی یلدرم منظور کے شاگرد تھے۔ منظور نے ۱۳۰۸ھ میں رحلت کی۔ اس موقع پر فدا اور ان کے کئی معاصرین نے تاریخیں کہی تھیں۔ فدا نے ان سب کو جمع کر کے ایک رسالے کی صورت میں شائع کر دیا۔ اس مجموعہ میں ستاسی شاعروں کے قطعے شامل تھے۔ (۲)فدا نے اس کا تاریخی نام تواریخ اکمل رکھا جس سے اس کا سال تالیف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء معلوم ہوتا ہے۔

ناگپور اور مضافات

۱۔ دیوان تاریخات

اس دیوان کے مصنف سید محمد عبدالعلی عادل تخلص سید محمد علی کے بیٹے ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء میں ناگپور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا گھرانہ میسور کا رہنے والا تھا۔ وہاں سے آ کر ناگپور میں رہ پڑے تھے۔ عادل بڑے باکمال تھے۔ انہوں نے دیوان غزلیات، دیوان قصائد وغیرہ کے علاوہ ایک دیوار تاریخات بھی مرتب کیا تھا اور اس کا تاریخی نام ''فوج تواریخ'' رکھا تھا، چنانچہ کہتے ہیں:

فوج تواریخ نہادہ عالم/۱۳۰۶

اس دیوان میں عادل بعد تک اضافے کرتے رہے تھے چنانچہ ۱۳۱۰ھ تک کے اس میں قطعے موجود ہیں۔ بیشتر قطعے فارسی میں ہیں۔ صرف کچھ اردو میں ہیں۔ عادل نے ۱۳۱۱ھ / ۸۴-۱۸۹۳ء میں وفات پائی تھی۔

۲۔ پنج قطعہ تاریخ

ناگپور کے باصلاحیت کسی شاعر کی تالیف ہے جس کا تخلص وحشی ہے۔ حالات اس کے بالکل معلوم نہیں۔ یہ قصیدہ جانو جی بھوسلہ ثانی (متوفی ۱۸۸۱ء) کے بیٹے کی پیدائش کے موقع پر کہا گیا تھا۔ اس میں کل سڑسٹھ شعر ہیں۔ شروع کے مدحیہ اشعار کے بعد شاعر نے کہا ہے: ؎

لکھو اک غزل تم بھی تاریخ میں　　　　　کہ رکھتے ہو ذہنِ رسا و حشیا

چھ شعر کی اس غزل میں ہر شعر کے مصرع اولیٰ کے حرف اول کے اعداد کو جمع کرنے سے فصلی اور ہر دوسرے مصرع کے ابتدائی حرف کے اعداد کے مجموعہ سے عیسوی سال اور غزل کے آخری مصرع سے ہجری سال برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بعد تیرہ شعروں میں اس قطعہ کی تشریح کی ہے۔ اس کے بعد بحریں بدل بدل کر چار تاریخیں کہی ہیں۔ پھر ان کا ترقیمہ ہے:

''الحمدللہ پنج قطعہ تاریخ تولد فرزند ارجمند راجا صاحب موصوف ہجری وفصلی وعیسوی و بکرمی از تصنیفات وحشی تمام شد۔ تحریر او بہ تاریخ ۱۲۹۴ھ ، ۱۲۸۴ فصلی، ۱۸۷۷عیسوی، ۱۹۳۴ سمت''۔(۲)

۳۔ تاریخات زلفی

عادل کے شاگردوں میں غلام عبدالقادر خاں زلفی تخلص ممتاز ہوئے۔ ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے ان کی تحریروں میں ''تاریخات زلفی'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تاریخ گوئی سے خصوصی دلچسپی تھی۔ ڈاکٹر ساحل نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

''معلوم ہوتا ہے کہ وہ عادل کی وفات کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہے...... انہوں نے ۱۳۲۰ھ /۱۹۰۲ء کے آس پاس رحلت فرمائی''۔(۳)

۴۔ انشائے محمد براری

کتاب کے نام سے کچھ اور خیال ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت اس کا موضوع تاریخ گوئی ہے۔ مصنف کا نام محمد براری ہے۔ کتاب فارسی میں ہے اور صرف انتیس صفحوں پر محیط ہے۔

حواشی

دہلی:

(۱) گلستان سخن، جلد۱، ص ۴۴۸۔

لاہور:

(۱) فہرست مخطوطات، شیرانی لاہور، جلد۳ ص ۵۴۰، (۲) خزینۃ الاصفیا، حصہ ۱، ص ۲

(۳) ایضاً، حصہ ۱، ص ۴۔ (۴) نقوش-لاہورنمبر حصہ ۲، ص ۹۸۸۔

مضافات دہلی:

(۱) خمخانہ جاوید، جلد۴، ص ۴۸۹ تا ۴۹۱

گوالیار:

(۱) خمخانۂ جاوید، جلد۵، ص ۴۵۷۔ (۲) اُردو مخطوطات علی گڑھ، ص ۳۷۴، (۳) ایضاً ص ۴۳۳

(۴) ایضاً ص ۴۳۳۔

بدایوں:

(۱) خمخانۂ جاوید، جلد۲، ص ۷۰ تا ۷۱۔ (۲) ایضاً، جلد۴، ص ۱۶

فتح گڑھ:

(۱) تذکرہ نادر، ص ۱۱۷۔ (۲) دبیر اور شمس آباد، ص۷۔ (۳) دبیر اور شمس آباد، ص ۱۵۳۔

(۴) گستاخی معاف، ص۲، ۸۔ (۵) دبیر اور شمس آباد، ص ۴۷، (۶) خمخانۂ جاوید، جلد۶، ص ۸۶

کانپور:

(۱) خمخانۂ جاوید، جلد۴، ص ۴۵۲۔ (۲) تلاش و تعارف، ص ۱۸۲ تا ۲۳۱۔

الہ آباد:

(۱) سخنوران قصبہ کڑا، ص ۴۷۴ تا ۴۷۵۔

لکھنو:

(۱) آبِ حیات، ص ۳۵۴۔ (۲) ایضاً، ص ۳۵۸، (۳) خوش معرکہ زیبا، جلد۲، ص ۳۱۷

(۴) سراپا سخن، ص ۳۳۰، (۵) خمخانۂ جاوید، جلد ۲، ص ۲۳۹ تا ۲۴۳۔

(۶) ایضاً، جلد ۵، ص ۴۳ تا ۴۴۔ (۷) ایضاً، جلد۲، ص ۳۰۔ (۸) سخن شعرا، ص ۳۲۲

عظیم آباد:

(۱) خدا بخش لائبریری جرنل نمبر۲۰، ص ۳ تا ۴۔ (۲) خمخانۂ جاوید، جلد ۲، ص ۴۲۵ تا ۴۲۶

کلکتہ:

(۱) ثلاثہ غسالہ، ص ۷۷ تا ۸۷۔ (۲) ایضاً، ص ۱۹۴ تا ۱۹۵۔ (۳) ایضاً، ص ۳۰۴

ڈھاکہ:

(۱) ثلاثۂ غسالہ، ص ۱۶۶ تا ۱۶۷

جےپور:

(۱) تذکرہ شعرائے جےپور، ص ۲۰۵۔ (۲) سرود غیبی، ص ۱۳۱۔ (۳) ایضاً، ص ۱۰۴ تا ۱۰۵ وغیرہ

(۴) تذکرہ شعرائے جےپور، ص ۲۱۶۔ (۵) سرود غیبی، ص ۶۲۔ (۶) تذکرہ شعرائے جےپور، ص ۱۶۲

حیدر آباد:

(۱) خمخانۂ جاوید، جلد۲، ص ۸۴۔ (۲) عروس الاذکار، ص ۱۶۴۔

(۳) فہرست مخطوطات انجمن ترقی اردو، کراچی، جلد۳، ص ۸۱ تا ۸۲۔

(۴)۔ اردو مخطوطات آصفیہ، جلد ۲، ص ۱۸۰

(۵) دکن میں اردو، ص ۵۷۵، (۶) علی گڑھ کے اردو مخطوطات، ص ۲۶۰

(۷) خمخانۂ جاوید، جلد ۶، ص ۴۲۷ تا ۴۲۸۔ (۸) اردو مخطوطات آصفیہ، جلد۱، ص ۶۳ تا ۶۴

بمبئی:

(۱) بمبئی میں اردو، ص ۳۲۷۔ (۲) ایضاً، ص ۱۷۵

ناگپور:

(۱) ناگپور میں اردو، ص ۳۲ تا ۴۲۔ (۲) ایضاً، ص ۵۰ تا ۵۳۔ (۳) ایضاً، ص ۵۴۔

(۴) عربی فارسی مخطوطات انجمن ترقی اردو، کراچی، ص ۸۱۔

☆☆☆